ہو اور (دوسری گواہی کے طور پر) وہ قسم کھائے تو اس کی بات مسلّم ہے، حالانکہ یہ بھی خبر واحد ہیں۔ تو حدیثِ رسول اگر خبرِ واحد ہو تو اسے حجت تسلیم کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

آخر میں علامہ صاحب نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ خبرِ واحد کا یہ معنیٰ نہیں کہ ہر ایرے غیرے کی بات کو مان لیا جائے، خبرِ واحد وہ حجت ہے جو صحیح ہو اور محدثین کے معیار پر پوری اترتی ہو کیونکہ جھوٹے تو ہزار ہوں تب بھی جھوٹے ہیں۔

نیز یہ کہ:

اس موضوع پر سینکڑوں دلائل میرے سامنے ہیں، لیکن قلت وقت کی بناء پر انہیں پیش کرنا ناممکن ہے۔

پروفیسر قاضی مقبول احمد:

موصوف نے "کتاب و سنت کے باہمی ربط" کے سلسلہ میں کتاب و سنت میں نسخ کے موضوع کو زیرِ بحث لاتے ہوئے نسخ کے چند اہم اصول بیان فرمائے:

۱۔ نسخ کے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا، یہ موضوع اس قدر اہم ہے، کہ جب تک کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ قرآن مجید میں ناسخ آیات کون سی ہیں اور منسوخ کون سی؟ — کن معاملات میں نسخ ہوتا ہے اور کن میں نہیں ہوتا؟ اس وقت تک اس شخص کو عالم، محدث یا فقیہ نہیں کہا جا سکتا، جبکہ اکثر علماء ناسخ منسوخ کے بیان میں غلطی کر جاتے ہیں۔

نسخ کا لغوی معنیٰ تبدیل کرنا، نقل کرنا، منتقل کرنا، ختم کر دینا یا ضائع کر دینا ہے — کتاب و سنت کی روشنی میں علماء نے نسخ کا جو معنیٰ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شرعی حکم کا اٹھا دینا اور اس کی بجائے کسی دوسرے نئے شرعی حکم کا آ جانا۔

۲۔ نسخ شروع سے چلا آ رہا ہے۔ ایک نبی کی شریعت کو دوسرا نبی منسوخ کرتا رہا ہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی پہلے سے موجود تمام شرعی احکام منسوخ ہوئے، ماسوائے ان کے جن کو بدستور بحال رکھا گیا — نسخ کی ضرورت یوں ہے کہ یہ انسانوں کی اصلاح کا ایک طریق کار ہے، مثلاً ایک خاص ضرورت کے تحت کوئی حکم آیا۔ لیکن جب یہ ضرورت پوری ہو گئی اور اس کی بجائے حالات کے مطابق کسی دوسرے حکم کی ضرورت ناگزیر

ہو گئی، تو پہلا حکم اٹھا لیا گیا اور اس کی جگہ دوسرا حکم جاری کر دیا گیا۔

۳۔ (ا) دین کبھی منسوخ نہیں ہوتا اور نہ آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک یہ کبھی منسوخ ہوا ہے —— دین سے مراد اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام فرشتوں، کتبِ الٰہی، حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہے۔

(ب) مکارمِ اخلاق میں بھی نسخ نہیں ہوتا، مثلاً سچ بولنا، خندہ پیشانی، خوش اخلاقی وغیرہ۔

(ج) اخبار و واقعات کبھی منسوخ نہیں ہوتے۔ مثلاً یوسفؑ کا واقعہ، اگر اس میں نسخ مان لیا جائے تو لا محالہ اسے غلط اور جھوٹا واقعہ قرار دینا پڑے گا۔

(د) نسخ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک ہے۔ اس کے بعد کوئی محدث، عالم یا فقیہ کسی چیز کے نسخ کا دعویٰ نہیں کر سکتا، چنانچہ جو مسئلہ کتاب و سنت سے ثابت ہے اور آپؐ کی زندگی کے آخری لمحات تک وہ منسوخ نہیں ہوا، اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ قرآنِ مجید کی ایک آیت کسی دوسری آیت کو منسوخ کر سکتی ہے۔ مثلاً پہلے حکم تھا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے، ایک سال عدت گزارے۔ بعد میں اس مدت میں تبدیلی ہوئی اور عدت چار مہینے دس دن ٹھہری۔!

۵۔ قرآنِ مجید سنت کو بھی منسوخ کر سکتا ہے —— مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے آپؐ کا نماز پڑھنا، یہ آپؐ کا عمل ہے، جس کو قرآنی حکم "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" نے منسوخ کیا ہے۔

۶۔ سنت میں بھی نسخ ہو سکتا ہے، مثلاً آپؐ نے فرمایا:

"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ"

بعد میں آپؐ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

"فَزُوْرُوْهَا!"

کہ "اب ان کی زیارت کر لیا کرو"!

کتاب و سنت کے باہمی ربط کے سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے فرمایا:

سنت سے کتاب کا تعلق صرف تین طرح کا ہے، کوئی چوتھا تعلق ممکن نہیں۔

(ا) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں صرف قرآنِ مجید کی تائید ہے، مثلاً قرآن مجید نے سچ بولنے، جھوٹی شہادت نہ دینے کا حکم دیا ہے، اور سنت میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

(ب) بعض احادیث ایسی ہیں جو قرآنِ مجید کی مجمل آیات کی تفسیر بیان کرتی ہیں، مثلاً قرآنی حکم صلاۃ، زکوٰۃ اور حج کی تفسیر احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

(ج) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں ایسے احکام موجود ہیں، جن کے بارے میں قرآنِ مجید خاموش ہے۔

اس سلسلہ میں علماء کرام کی دو آراء ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ قرآنِ مجید سے ایسے زائد احکام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید ہی کے بیان سے سمجھے ہیں۔

مثلاً آپؐ نے فرمایا: ایک نکاح میں خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ آپؐ نے قرآن مجید ہی کے بیان سے سمجھ کر بتلائی ہے ــــ قرآنِ مجید میں ہے:

"وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ!"

کہ دو دو بہنیں ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں!"

ــــ اگر دو بہنوں میں سے ایک کو بھائی اور دوسری کو بہن سمجھ لیا جائے، تو چونکہ بھائی اور بہن کا نکاح آپس میں نہیں ہو سکتا، لہٰذا ایسی جتنی بھی صورتیں ہوں گی ان میں یہی اصول (ایک نکاح میں نہ جمع کرنے کا) کارفرما ہو گا ــــ پھوپھی اور بھتیجی میں سے اگر ایک کو مرد اور دوسری کو عورت تسلیم کر لیا جائے تو چونکہ چچا کا نکاح بھتیجی سے نہیں ہو سکتا لہٰذا پھوپھی اور بھتیجی ایک نکاح میں نہیں جمع ہو سکتیں ــــ وعلیٰ ہذا القیاس!

ــــ اسی طرح آپؐ نے وراثت میں دادی کے حصّہ کو قرآنی حکم ماں کے حکم سے سمجھا ہے ــــ وغیرہ!

اور دوسری رائے یہ ہے کہ:

یہ زائد احکام بھی مستقل سنت اور مستقل احکام ہیں (لیکن یہ قرآن مجید کے ناسخ نہیں۔ کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور نہ ہی سنت قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے، تاہم اس سلسلہ میں جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ بالکل موضوع ہے ــــ اس حدیث کا ذکر مولانا عبدالسلام کیلانی کے خطاب میں مفصل آ رہا ہے)

مثلاً قرآنِ مجید میں یہ حکم موجود ہے کہ جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ اب اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے (اور مطلقہ یا بیوہ ہو جائے) ـــــ "(حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ" القرآن)

ـــــ نکاح سے مراد ایجاب و قبول ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

. . . .

. . . . . یہاں قرآنِ مجید سے زائد جو مسئلہ بیان فرمایا

وہ یہ ہے کہ یہاں نکاح سے مراد ایجاب و قبول نہیں بلکہ حقوقِ زوجیت کا قیام ہے ـــــ قاضی صاحب نے بتکرار فرمایا کہ اس میں نسخ کی بات نہیں، حدیث نے صرف قرآنِ مجید کے منشا کو بیان فرمایا ہے اور یہ مستقلاً زائد حکم بھی ہے ـــــ لہٰذا کوئی حدیث نہ تو قرآن کی ناسخ ہے نہ اس کے خلاف!

باقی رہا سنت سے قرآنِ مجید کی تخصیص، تو یہ بھی نسخ نہیں (قاضی صاحب نے علامہ صاحب کے خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ) خبرِ واحد تو بہت اونچی چیز ہے، قرآنِ مجید کی تخصیص تو قیاس سے بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً

لونڈی زنا کرے تو اس کی سزا آزاد زانیہ عورت کی سزا سے قرآنِ مجید نے نصف بیان فرمائی ہے، اسی قرآنی حکم سے قیاس کرتے ہوئے غلام اگر زنا کرے تو اس کی سزا کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے کہ اسے آزاد زانی مرد سے نصف سزا دی جائے گی ـــ اور اسی پر اجماع ہے، اگرچہ یہ قرآنِ مجید میں موجود نہیں! قاضی صاحب نے رجم کے سلسلہ میں علامہ صاحب کے نقطۂ نظر (کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنت کے ذریعے قرآنِ مجید کی تخصیص کی ہے) سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یہ تخصیص نہیں، بلکہ قرآنِ مجید میں رجم کا حکم بھی موجود ہے اور کوڑوں کا حکم بھی ـــــ رجم کے سلسلہ میں آپ نے سورۂ مائدہ کا حوالہ دیا کہ:

"وَكَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ"!

اس آیت کا شانِ نزول اس حکم کی وضاحت کر رہا ہے، اور اس کے بعد ـــ "وَقَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ" ـــــ اور اس کے بعد "وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ـــ الاٰیة" اس طرف اشارہ

ہے کہ رجم کا حکم تورات کے بعد انجیل میں بھی موجود رہا اور خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔
(یہاں قاضی صاحب نے یہ وضاحت ضروری سمجھی کہ یہودیوں کے ہاں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی سزا رجم ہی تھی، لیکن امّتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ غیر شادی شدہ کے لیے اس میں تخفیف کر دی) —— اور یہی حال اعضاء اور زخموں کے قصاص کے حکم کا ہے کہ یہ صرف تورات کے حوالے سے قرآن مجید میں موجود ہے!
جبکہ کوڑوں کی سزا کے سلسلہ میں قاضی صاحب نے سورۂ نور کی آیت کا حوالہ دیا:
"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"
قاضی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ان دونوں حکموں کا انطباق کیا ہے، یہاں سنت سے قرآن کی تخصیص نہیں کی — یعنی رجم کی آیت کا مدلول بھی بیان فرما دیا اور کوڑے مارنے والی آیت کا ملزم بھی متعین کر دیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں۔
قاضی صاحب نے قرآنِ مجید سے سنت کے ان زائد احکام کے ذریعہ قرآن مجید کی تخصیص ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فرمایا کہ حنفیہ اس کو نہیں مانتے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سے تخصیص ہو سکتی ہے مثلاً حنفیہ دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں (رَجُلٌ وَّ امْرَأَتَانِ — قرآنی حکم) کی گواہی کے ہی قائل ہیں۔ لیکن حدیث میں ہے:
"قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاهِدٍ وَّيَمِيْنٍ"
کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مالی معاملات میں) ایک گواہ (اور دوسری گواہی کے طور پر اسی گواہ کی) قسم کی بناء پر فیصلہ فرمایا!"
اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ کی حیثیت برابر ہے، لیکن ایک نے جب گواہ پیش کر دیا تو اس کا پلڑا بھاری ہو گیا!

الغرض (پروفیسر موصوف نے کتاب وسنت میں نسخ کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے علاوہ کتاب وسنت کے باہمی ربط کی تفصیلات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ)

۱۔ حدیث (خبر واحد) قرآنِ مجید کی مؤید اور مؤکد ہے۔
۲۔ حدیث قرآنِ مجید کی مفسر ہے اور اس کا معنیٰ ومفہوم متعین کرتی ہے۔